حضرت علامہ شمس الحق افغانی مدظلہٗ

قرآن کی عظمت ——— نتائج کی روشنی میں

لسانی عظمت قرآن کی زبان عربی ہے اور تورات کی زبان عبرانی، انجیل کی زبان عبرانی یا سریانی ہے۔ قدرت کے تصرفات عجیب ہیں، جب قدرتِ الٰہیہ نے یہ طے کیا کہ انسانیت کی اصلاح کے لئے آخری کتاب عربی زبان میں نازل کی جائے گی۔ اور وہی کتاب انسانیت کے لئے آخری ضابطۂ حیات ہوگی۔ اور باقی آسمانی کتابیں اس کی آمد پر منسوخ ہوں گی ——— تو قدرت نے اولاً ان کتابوں کی زبانوں کو ختم کر کے عملی زندگی سے خارج کر دیا۔ اور آج یہود و نصاریٰ کی پوری کوششوں کے باوجود دنیا کے وسیع رقبہ میں ایک صوبہ بلکہ ایک ضلع یا ایک تحصیل بھی ایسی موجود نہیں۔ جہاں کے عوام عبرانی یا سریانی زبان بولتے ہوں۔ حالانکہ تورات، انجیل کے نزول کے زمانے میں یہ دونوں زبانیں ملکی زبانیں تھیں۔ البتہ بعض سکولوں اور کالجوں میں علم الالسنہ کے تحت ایک مردہ زبان کی شکل میں خال خال ان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن زندگی میں ان زبانوں کا عمل و دخل نہیں۔ بلکہ جو کتابیں فی الحقیقت آسمانی نہ تھیں۔ اور ان کے ماننے والوں نے ان کو آسمانی قرار دیا تھا، ان کو بھی اور ان کی زبانوں کو بھی قدرت کے زبردست ہاتھ نے عبرانی اور سریانی زبان کی طرح دنیا سے ختم کر دیا۔ مثلاً وید جو سنسکرت زبان میں ہیں۔ اور ژند و پاژند جو فرسی زبان میں ہیں۔ یہ دونوں زبانیں آج کسی خطۂ زمین میں عوام استعمال نہیں کرتے۔ لیکن قرآنِ حکیم جو آخری کتاب الٰہی تھی۔ اسکی عربی زبان جسکی حفاظت کا انتظام بھی نہ تھا۔ کیونکہ وہ ناخواندہ اور غیر متمدّن قوم کی زبان تھی۔ اس کو قرآن کیطرح قدرت نے ہمیشہ باقی رکھنا تھا۔ تو اس کے دائرے کو وسیع کیا۔

نزولِ قرآن کے زمانہ میں وہ صرف حجاز، یمن، اور نجد میں بولی جاتی تھی۔ اب اس کے علاوہ عراق، شام، فلسطین، لبنان، مصر، سوڈان، طرابلس، الجزائر، مراکش اور ٹیونس میں بولی جاتی ہے۔ اور باقی عالمِ اسلام انڈونیشیا، ملایا، پاکستان، ایران، ترکی، افغانستان وغیرہ کے

اہل علم بھی اس کو بولتے اور سمجھتے ہیں۔ یہی اس الہامی کتاب کی زبان ہے۔ جس کو کم از کم بائیس ۲۲ کروڑ انسان بولتے ہیں، یہ قرآن کی وہ عظمت ہے، جو دیگر کتب سماویہ کو حاصل نہیں۔ جس کی زبان کے لئے خود قدرت نے میدان صاف کیا۔ بغیر انسانی تدبیر کے اس کو پھیلایا اور دیگر کتب سماویہ کی زبانوں کو تقریباً ختم کیا۔

نزل به الروح الامین علی قلبك لتكون من المنذرین بلسان عربی مبین۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن روح الامین کے ذریعہ یعنی جبرئیل کے ذریعہ تم پر یعنی تیرے دل پر اتارا تاکہ تم ڈر سناؤ اور نازل شدہ وحی صرف مضمون کی نہیں بلکہ الفاظ کے لباس میں ہے: بلسان عربی مبین۔ جو واضح عربی زبان میں ہے۔

ساحروں، کاہنوں، اور شاعروں کی طرح چیستان نہیں، اور نہ اصل مقصد پیچیدہ ہے۔ البتہ قانونی وفقہی احکام میں قوۃ اجتہاد کی ضرورت ہے۔ لقد یسرنا القرآن للذکر پند ونصیحت کے لئے قرآن آسان کیا ہے۔ استنباط احکام کے لئے فرمایا: لعلمه الذین یستنبطونه منهم۔ تو جان لیتے ان احکام کو وہ لوگ جو استنباط کی اہلیت رکھتے ہیں۔

حفاظتی عظمت | انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون۔ ہم نے قرآن کے الفاظ و معانی کو اتارا ہے۔ اور ہم ضرور اسکی حفاظت کرنے والے ہیں — دوبار انا اور دوبار لام لانا گویا چار تاکیدوں سے اس مضمون کو جملہ اسمیہ کے قالب میں موکد کرنا ہے۔ کہ یہ کتاب لفظاً و مفہوم دونوں کے اعتبار سے محفوظ ہوگی اور محافظ بھی مخلوق نہیں بلکہ خالق کائنات ہے۔ جیسی اس کی قدرت وقوت لاجواب ہے۔ ویسی اسکی حفاظت بھی بے نظیر ہوگی، جس میں کوئی قوت رخنہ نہ ڈال سکے گی۔ قرآن کی حفاظت کا جو موکد وعدہ کیا گیا ہے یہ وعدہ چار امور کی حفاظت کو شامل ہے۔

۱۔ حفاظت الفاظ قرآن ۲۔ حفاظت طرز وتلفظ ولہجہ قرأت قرآن۔
۳۔ قرآن کے مطالب ومعانی کی حفاظت۔ ۴۔ قرآن کی عملی شکل کی حفاظت

بحمداللہ حفاظت کی یہ چاروں قسمیں آج تک موجود ہیں۔ اور ان میں آج تک کوئی فرق نہیں آیا۔ مستشرقین نے حفاظت پر شبہ پیش کیا ہے۔

شبہ نمبر ۱۔ کہ قول ابن مسعود ہے کہ فاتحہ و معوذتین قرآن سے نہیں۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ ابن مسعود کی طرف اس قول کا منسوب کرنا صحیح نہیں۔ جیسے نووی نے شرح المہذب میں

لکھا ہے : وما نقل من ابن مسعود لیس بصحیح - اور ابن حزم نے القدح المعلی میں لکھا ہے : ھذا کذب علی ابن مسعود وانما صح عنہ قراءۃ عاصم من زرعنہ وفیھا المعوذتان والفاتحہ یعنی انکار فاتحہ اور معوذتین کو ابن مسعود کی طرف منسوب کرنا جھوٹ ہے۔ بلکہ ابن مسعود سے صحیح قرأت جو حضرت عاصم نے حضرت زر کے ذریعہ ان سے نقل کی ہے وہی ہے اور اس میں فاتحہ و معوذتین موجود ہی ہے۔ دوم اگر یہ قول ثابت مانا جائے، تو ابن الصباغ فرماتے ہیں یہ اس وقت کی بات ہے کہ ان کا تواتر معلوم نہ تھا۔ جب ابن مسعود کو یہ تواتر معلوم ہوا تو رجوع کیا۔ اور دلیل رجوع خود ابن مسعود کی قرأت ہے۔ جو عاصم نے زر کے ذریعہ ان سے نقل کی ہے۔ سوم۔ جو ابن قتیبہ نے مشکلات القرآن میں یہ جواب دیا ہے۔ کہ ابن مسعود فاتحہ اور معوذتین کی قراءت کے قائل تھے۔ کتابت کا انکار کر رہے تھے۔ کہ کتابت محفوظیت کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ تینوں سورتیں ہر ایک کو یاد ہیں، لکھنے کی ضرورت نہیں۔ انھما لیستا من کتاب اللہ۔ میں کتاب اللہ سے مراد مصحف ہے۔ یعنی یہ دونوں فاتحہ اور معوذتین مصحف کا جزء مکتوب نہ ہونا چاہئے۔

شبہ نمبر ۲ - مستشرقین نے دوسرا شبہ حفاظتِ قرآن پر یہ پیش کیا ہے کہ شیعہ تحریف کے قائل ہیں۔ جواب یہ ہے۔ کہ اسلام کا کوئی فرقہ تحریف کا قائل نہیں۔ عام شیعہ بھی تحریف کے منکر ہیں۔ شیخ صدوق رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں : مابین الدفتین لیس باکثر من ذلک ومن نسب الینا انہ اکثر فھو کاذب۔ تفسیر مجمع البیان ابوالقاسم علی بن الحسین الموسوی میں ہے : ان القرآن علی عھد رسول اللہ مجموعا مولفا علی ماھو الآن۔ سید مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں : ان العلم بصحۃ القرآن کالعلم بالبلدان والوقائع الکبار۔۔۔۔ قال نوراللہ الشوستری الشیعی فی مصائب النواصب مانسب الشیعۃ الامامیہ بوقوع التغییر فی القرآن لیس مما قال بہ جمھور الامامیہ انما قال بہ شرذمۃ قلیلۃ لا اعتماد بھم۔

ترجمہ : شیخ صدوق صاحب شیعی رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کے دونوں جلدوں کے درمیان جو کچھ ہے، قرآن اس سے زیادہ نہیں۔ اور جس نے ہم شیعوں کو منسوب کیا ہے کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے۔ تفسیر مجمع البیان معتبر شیعی تفسیر میں ہے کہ قرآن حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جمع تھا، اسی شکل میں جس میں اس وقت ہے۔ سید مرتضیٰ شیعی لکھتے ہیں کہ موجود قرآن کے صحیح ہونے کا علم ایسا متواتر اور یقینی ہے۔ جیسے بڑے بڑے شہروں کا وجود اور بڑے بڑے واقعات کا ہونا۔ قاضی نور اللہ شوستری شیعی مصائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ شیعہ امامیہ کی طرف جو قرآن کی تغییر منسوب ہے۔ وہ عام شیعوں کا قول نہیں۔ ایک بہت چھوٹے گروہ کا قول ہے۔

جس کا اعتبار نہیں۔ ان حوالجات سے ظاہر ہؤا کہ جمہور شیعہ تحریف نہیں مانتے۔

شبہ نمبر۳ - اختلاف قرائت سبعہ کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ اختلاف قرأت ومنسوخ التلاوت مثلاً آیت رجم سے تحریف کا شبہ کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ تحریف اس کو کہتے ہیں کہ کسی شاہی دستاویز میں دوسرا آدمی اپنی طرف سے کوئی لفظ ڈالے یا کوئی لفظ نکال دے۔ لیکن خود متکلم اگر ایسا تصرّف کرے کہ کسی حکمت کے تحت کسی لفظ کا اضافہ یا ازالہ کرے۔ یہ دنیا کے کسی قانون میں تحریف نہیں۔ اختلاف قرأت اور نسخ تلاوت اسی قسم میں داخل ہیں۔ جو خود متکلم یعنی اللہ رب العلمین کی طرف سے ہے نہ غیر کی طرف سے۔

الفاظ کی حفاظت | الفاظِ قرآن کی حفاظت کا انتظام تحریری صورت میں کر دیا گیا۔ کہ ٹیونس، مراکش، کاشغر، ماسکو، اور ازبکستان بلکہ تمام کرۂ ارضی کے قرآنی نسخوں میں کوئی فرق اور تفاوت نہیں۔ اور حفاظ قرآن کے ذریعہ بھی کر دیا گیا۔ کہ اگر دنیا میں خدانخواستہ قرآن کا کوئی تحریری نسخہ باقی نہ رہے۔ تو بھی کوئی اسلامی شہر، تحصیل، ضلع اور قصبہ ایسا نہیں، جہاں قرآن کے حافظ موجود نہ ہوں۔ اور مجموعی طور پر ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے جو اپنے سینوں سے قرآن دوبارہ مرتب کر سکتے ہیں۔ یہ ایک غیبی اور الٰہی کشش ہے جو حفاظ قرآن کو قرآن سے ہے۔ اگرچہ وہ حفاظ ہند و پاکستان، ایران، افغانستان، ملایا، انڈونیشیا کے ہوں جن کی زبان عربی نہیں لیکن وہ محنت کر کے قرآن حفظ کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ حکومت سے ان کو اس حفظ کا کوئی صلہ ملتا ہے، نہ ہی عام مسلمانوں کی طرف سے کوئی خاص معاوضہ دیا جاتا ہے۔ اور پھر محنت اتنی سخت کرنا پڑتی ہے جس کی حد نہیں۔ پھر یہ محنت سال دو سال کی نہیں۔ حافظ جب تک زندہ رہے گا اس کو دور و تکرار کرنا لازمی ہوگا۔ بتاؤ یہ اگر غیبی کشش نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ قرآن کی عظمت کی وہ دلیل ہے جو آج تک کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ اسی ذوق اور حلاوت اور جذب کا نتیجہ ہے کہ سلف میں بہت حضرات ایسے گذرے ہیں جو روزانہ دس ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔ بلکہ قسطلانی میں ہے کہ قدس شریف میں اس سے زیادہ ختم کرنے والے کو دیکھا گیا۔ اور بعض حضرات نے تین دن میں قرآن حفظ کیا۔ جیسے محمد بن کلبی جس کا ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

طرزِ تلفظ اور نہج قرأت کی حفاظت | نزولِ قرآن کے زمانے میں جس طرز و لہجہ سے قرآن کا تلفظ ہوتا تھا، اس کو قرّا، قرآن کے ذریعہ محفوظ کیا گیا۔ اور وہی سلسلہ قرأت آج تک محفوظ ہے۔

جن صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے قرأت حاصل کی۔ اور مابعد زمانے کے قراء کے بالذات یا بالواسطہ شیوخ واساتذہ تسلیم کئے گئے اور ان کا سلسلۂ قرأت آج تک موجود ہے۔ وہ یہ سات حضرات ہیں۔ عثمان، علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، ابوالدرداء، ابوموسیٰ الاشعری (مناہل القرآن ج ۱ ص ۴۰۷)

معنوی حفاظت یعنی مطالب قرآن کی محفوظیت | الفاظ قرآن مطالب ومعانی سمجھانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر مطالب ومعانی قرآن محفوظ نہ ہوں۔ بلکہ مغرب زدہ طبقہ کے خیال کے مطابق ہر زمانہ میں نئے مطلب تراشنے کی گنجائش ہو تو الفاظ قرآن کی حفاظت بے کار ہے۔ جبکہ معنی محفوظ نہ رہے اور الفاظ کا حفظ بے مقصد ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے معانی کی حفاظت صاحب قرآن کی قولی وفعلی وتقریری ذرائع سے فرمائی۔ اور صاحب قرآن علیہ السلام نے ویعلمہم الکتاب (کہ آپ ان کو مطالب قرآن سکھلادیں) ولتبین للناس ما نزّل الیہم۔ (تاکہ آپ بیان کریں امت کو قرآن کے مطالب جو ان کی طرف نازل ہوا ہے) کے ارشاد الٰہی کے تحت مطالب قرآن کی تعلیم دی۔ اب مطالب بھی محفوظ ہو گئے اور کسی کو مجال ترمیم وتحریف نہیں کہ قرآن کے مطالب کو بدل سکے۔ یا ان میں ترمیم کر سکے۔

عملی حفاظت قرآن | قرآن کے جن الفاظ مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، جہاد وغیرہ کے مفہومات شرعیہ حضور علیہ السلام نے بتلائے ہیں۔ وہ پھر عملاً بھی نماز، زکوٰۃ، حج، جہاد کا نمونہ کرکے دکھایا دیا، تاکہ قرآنی حقائق عملی صورت میں موجود ہو کر ان کی عملی زندگی کا جزء بن جائیں اور کسی ملحد کو ان الفاظ کے شرعی مفہومات کی تحریفات کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

توضیحی مثال | احکام دین کے مجموعہ کو ایک عمارت سمجھو۔ ہر عمارت کے لئے تین قسم کا وجود لازمی ہے۔ ۱۔ علمی وجود ۲۔ تحریری وجود ۳۔ خارجی وجود۔

اسی طرح اسلام اور دین کا جو نقشہ علم الٰہی میں تھا وہ اسلام کا علمی وجود ہے۔ پھر اسی نقشہ کو جب کتاب وسنت کی شکل میں مرتب کیا گیا۔ یہ اسلام کا تحریری وجود ہے۔ پھر دور اوّل کے مسلمانوں نے جب اس کے مطابق عمل کیا۔ یہ اس کا وجود خارجی ہے۔ ان سے تابعین نے دیکھ کر سیکھا، ان سے تبع تابعین نے۔ علیٰ ہذا القیاس اسلام کا یہ علمی وخارجی وجود کم وبیش تاریخی تسلسل کے ساتھ عہد نبوت سے آج تک موجود ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ جیسے ایک انجینئر بلڈنگ کا نقشہ پہلے ذہن میں مقرر کرتا ہے۔ پھر اس کو کاغذ پہ بناتا ہے۔ پھر ملبہ منگوا کر مستری

اور مزدوروں کے ذریعہ خارجی نقشہ تیار کرتا ہے۔ ان تینوں نقشوں میں مطابقت اور موافقت ضروری ہے۔ ورنہ غلطی ہوگی۔ تو اس طرح اسلام کی ایسی جدید تعبیر یا نقشہ جو اسلام کے تحریری نقشہ اور خارجی نقشہ یعنی اسلام کے تاریخی مسلسل وجود خارجی کے جو خلاف ہو وہ غلط اور ایجاد بندہ ہوگا۔

اس سے اسلام کے اندر ہر تحریف و ترمیم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے قوانین ابدی ہیں۔ جیسے وہ اس سے قبل ہزار بارہ سو سال مختلف اقوام اسلامی اور مختلف ملکوں اور زبانوں کی رہنمائی کے لئے کافی تھے، آج بھی کافی ہیں، اور آئندہ بھی کافی رہیں گے۔ بلکہ زمانۂ حاضرہ اسلامی قوانین کا اس سے زیادہ محتاج ہے، جس قدر پہلا دور محتاج تھا۔ یہی قرآن کا وہ کمال اور عظمت ہے۔ جو قبل ازیں کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوا۔ انسان اور اس کا قانون جذباتی ہے۔ لیکن قرآن اور قانونِ الٰہی فطری اور اعتدالی ہے۔

قرآن کی بلاغی عظمت | قرآن ایک کتاب ہے، جس کو ہم خدا کی کتاب کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں کتابیں اور بھی موجود ہیں۔ جن کو ہم انسانوں کی کتابیں مانتے ہیں۔ قرآن کو ہم خدا کی طرف اور دیگر کتابوں کو انسان کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔ اور اس کا معیار کیا ہے۔؟ معیار وہی ہے، جس کو روزمرّہ کی زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ سائیکل اور موٹر انسان کے بنائے ہوئے ہیں، اور سورج و چاند خدا کے۔ کیونکہ سورج اور چاند کا بنانا انسانی قدرت سے خارج ہے۔ لیکن سائیکل اور موٹر ایسا نہیں۔ یہی معاملہ اور معیار بعینہٖ کتابوں کے متعلق برتا جا سکتا ہے۔ سائیکل، موٹر، سورج چاند چاروں تخلیقی کام ہیں۔ اوّل الذکر دو چیزیں انسانی قدرت کے دائرے میں داخل ہیں۔ اور آخر کی دو چیزیں انسانی قدرت سے خارج ہیں۔ اور خارج ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اب تک انسان سے سورج اور چاند نہ بن سکے۔ اور نہ ہی اس نے کوئی ایسا کارخانہ قائم کیا۔ کہ جس میں سورج اور چاند بنتے ہوں۔ اس کے باوجود کہ قرآن کا ظہور ایک نبی امّی کی زبان سے ہوا، جو نوشت و خواند سے خالی تھے۔ نظم و نثر کہنے والوں میں آپ کا کوئی نام تھا نہ اُن کے ساتھ صحبت و مجالست تھی۔ پھر قرآن کا اسلوب بیان ایسا نا تھا کہ سارے عرب میں اس کا نمونہ موجود نہ تھا۔ اور قرآن جن علوم عالیہ پر مشتمل تھا۔ اُن سے عرب اور غیر عرب سب بالکل محروم تھے۔ اس کے علاوہ عرب میں بے مثال فصیح بلیغ شعراء موجود تھے، جن کو اپنے کمال پہ ناز تھا۔ اور قرآن اور صاحبِ قرآن کے بدترین دشمن تھے، وہ قرآن کے توڑ کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتے تھے۔ ان حالات میں قرآن نے

اعلان کیا کہ اس کتاب کی طرح چھوٹی سورت بنا لاؤ۔ اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ تم اور خدا کے سوا اگر تمہارے سارے معبود جمع ہو جائیں، جب بھی ایسا نہ کر سکیں گے۔

اس اعلان نے غیور شعراء پر کیا اثر ڈالا ہوگا۔ لیکن جو ناممکن تھا وہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا! اور آج بھی ہزاروں عیسائیوں اور یہودیوں کی مادری زبان عربی ہے، جو لبنان، مصر اور شام وغیرہ میں آباد ہیں۔ اور عربی کی بیسیوں جلدیں اور ڈکشنریاں عربی زبان کی لکھی ہیں۔ وہ قرآن کے دشمن بھی ہیں۔ لیکن ممکن ہے چاند پر وہ مکان بنا سکیں، لیکن یہ کہ سورۂ کوثر کے برابر ایک سطر کی سورت بنا لائیں یہ ناممکن ہے۔ یہ قرآن کی عظیم الشان بلاغی عظمت کی دلیل ہے۔ جس نے پوری انسانیت سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا ہے۔

مستشرقین یورپ نے فیضی کی تفسیر بے نقط اور ابن امراوندی یہودی کی کتاب تاجؔ کو قرآن کے توڑ میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں مصنفوں نے خود یہ دعویٰ نہیں کیا۔ ہم دونوں شبہوں کا جواب لکھتے ہیں۔ فیضی کی تفسیر بے نقط کو بے نظیری میں مثالاً پیش کرنا بے سود ہے۔ خود فیضی اپنی تفسیر کو قرآن کا توڑ نہیں سمجھتا، تو دوسرے کا دعویٰ بے نظیری ایسا ہے کہ مدعی سُست اور گواہ چست۔ فیضی خود دیباچہ تفسیر مذکور جس کا نام سواطع الالہام ہے، میں لکھتے ہیں:

کلام اللہ لاحد لحامدہ ولاعد لمکارمہ حامائہ لاساحل لہ۔ قرآن کی خوبیوں کی حد نہیں۔ اور اس کی فضیلتیں بیشمار ہیں۔ وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں۔

اس کے علاوہ یہ صنعت عرب میں موجود تھی۔ تمام عبارت نقطہ دار حروف یعنی حروفِ معجمہ سے مرکب ہو۔ تمام عبارت مہملہ یعنی بے نقط حروف سے مرکب ہو۔ ایک کلمہ معجمہ حروف کا ہو ایک مہملہ کا، یہ سب مقامات حریری وغیرہ میں موجود ہے۔

شبہ ابن امراوندی کی تاجؔ کا باقی ابن امراوندی یہودی زندیق جو یہود و نصاریٰ سے رقم لیکر اس نے "التاج والفرید" لکھا۔ اس کے متعلق ایک اور ملحد ابو العلا المعری نے لکھا ہے: لایصلح تاجہ ان یکون نعلاً۔ ترجمہ: اس کی کتاب تاجؔ چپلی بننے کے قابل نہیں۔ (مناہل القرآن)

باقی آئندہ ~~~~

- سخاوت پھل ہے مال کا۔ اعمال پھل ہیں علم کا۔ خوشنودیٔ خدا پھل ہے اخلاص کا۔
- اس نے خدا کا حق نہیں جانا، جس نے لوگوں کا حق نہیں پہچانا۔

(حضرۃ عثمان غنیؓ)